علامہ اقبال کے بارے میں
چند اہل مدرسہ کا تذبذب

وحید الدین سلیم

ادارہ ادب اسلامی ہند کے ترجمان ماہنامہ پیش رفت کی اشاعت جنوری ۲۰۰۰ء میں ''اردو شاعری کا تیسرا ستون'' کے عنوان پر جناب طیب عثمانی ندوی کی ایک تحریر Leading Article کے طور پر چھاپی گئی ہے۔ یہ مضمون اصل میں صاحب نگارش کی تصنیف اقبال۔شخصیت اور پیام (۱) اور اس کی پہلی اشاعت بنام حدیث اقبال مطبوعہ ۱۹۶۱ء کے دیباچوں کے چند حصوں کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ حدیث اقبال پر اقبالیات کے مشہور ممتاز اسکالر ڈاکٹر یوسف حسین خان نے جو پیش لفظ لکھا تھا، اس کو تازہ ایڈیشن میں بھی شامل رکھا گیا ہے۔ تازہ ایڈیشن کے دیباچے میں طیب عثمانی نے لکھا ہے کہ:

> ''اقبال کی شعریات سے میری یہ والہانہ دلچسپی اور شغف کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے نزدیک ان کی شخصیت انسانی کمزوریوں سے مبرا، ملکوتی تقدس سے مشابہ ہے۔ میری حمایت میں ایسی حمیت نہیں ہے جو انہیں معصوم قرار دے۔ اس موقع پر مجھے مولانا سید سلیمان ندوی کا وہ بلیغ جملہ یاد آ رہا ہے جو انہوں نے اپنے استاد علامہ شبلی کی سوانح حیات شبلی میں لکھا ہے کہ شبلی اپنی تمام علمی و ادبی عظمت اور خوبیوں کے باوصف شبلی، شبلی تھے، جنید و شبلی نہ تھے۔ میرے نزدیک بھی اقبال بیسویں صدی کے شاعر تھے، مغربی تہذیب کے لیے ایک چیلنج، وہ ایک اسلامی مفکر، فلسفی اور حکیم و دانشور تو تھے، لیکن دینی رہنما اور روحانی پیشوا نہ تھے----- اور واقعہ یہ ہے کہ اقبال، اقبال تھے، عطار و رومی نہ تھے''۔

واضح رہے کہ یہ تحریر حدیث اقبال والی کتاب کے دیباچے میں نہ تھی، اگر یہ ہوتی تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر یوسف حسین ایسا جید عالم اقبالیات اس کتاب پر پیش لفظ ہرگز نہ لکھتا، اور اگر لکھتا تو مصنف کے ذہنی جھول کو بے نقاب کر دیتا۔ مصنف کتاب، اقبال کو اسلامی مفکر فلسفی اور حکیم و دانشور تو تسلیم کر چکے ہیں، لیکن انہیں دینی رہنما اور روحانی پیشوا ماننے

سے صاف انکار کرتے ہوئے ، اسی تحریر میں ذرا آگے ، یہ بھی لکھتے ہیں کہ

'' اقبال نہ صرف اسلامی افکار و اقدار کے ترجمان تھے بلکہ اسلام ان کے دل کی دھڑکن بن چکا تھا جو خون جگر بن کر ان کی آنکھوں سے ٹپکا اور جس نے ایسی زندہ جاوید شاعری کو جنم دیا''۔

اسلام،خون جگر بن کر آنکھوں سے ٹپکنے کے باوجود علامہ اقبال کے درجے کے مسلمان میں روحانیت پیدا نہیں ہوسکتی ہے اور متذکرہ تمام فضائل کے جمع ہو جانے کے باوجود ایک مرد مومن کو عطار و رومی کا درجہ خداوندان مکتب کی بارگاہ سے عطا نہیں کیا جا سکتا ہے تو اس میں مومن کا قصور کم اور اہل مکتب کا کردار زیادہ دکھائی دیتا ہے ، اور یہ مزاج و انداز نظر اس بات کا غماز ہے کہ اس قسم کے رہروان روحانیت اپنے باطنی سفر میں تضاد ،تشکیک و تذبذب کے خارزار میں کہیں نہ کہیں پھنس کر رہ گئے ہیں - یہ خیالات مصنف کتاب کے ذہن میں ۱۹۶۱ء میں پیدا نہ ہوئے تھے تو پھر ۱۹۹۶ء میں کیسے پیدا ہو گئے ؟ اس تجسس کے دوران میں جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کا ایک فاضلانہ مقالہ اقبال اور عصر جدید میں اسلامی ریاست کا تصور مطالعہ سے گزرا - اس میں جاوید صاحب نے فکر اقبال کی ترسیل کے مسائل و مشکلات میں علمائے مکتب کے چند تاثرات درج کیے ہیں - ان میں سے ایک حوالے کی تصدیق کے لیے ہم نے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مشہور کتاب نقوش اقبال کا از سر نو مطالعہ کیا - دوران تحریر مولانا، اقبال کے فن پر اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں :

'' یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ میں اقبال کو کوئی معصوم و مقدس ہستی اور کوئی دینی پیشوا اور امام مجتہد نہیں سمجھتا اور نہ میں ان کے کلام سے استناد اور مدح سرائی میں حد افراط کو پہنچا ہوا ہوں جیسا کہ ان کے غالی معتقدین کا شیوہ ہے(۱) - میں سمجھتا ہوں کہ حکیم سنائی ، عطار اور عارف رومی آداب شریعت کے پاس و لحاظ اور ظاہر و باطن کی یک رنگی اور دعوت وعمل کی ہم آہنگی میں ان سے بہت آگے ہیں - اقبال کے یہاں اسلامی عقیدہ و فلسفہ کی ایسی تعبیریں بھی ملتی ہیں جن سے اتفاق کرنا مشکل ہے(۲)- میں بعض پرجوش نوجوانوں کی طرح اس کا بھی قائل نہیں کہ اسلام کو ان سے بہتر کسی نے سمجھا ہی نہیں اور اس کے علوم و حقائق تک ان کے سوا کوئی پہنچا ہی نہیں(۳)- بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں اپنی زندگی کے ہر دور میں اس کا قائل رہا کہ وہ اسلامیات کے مخلص طالب علم رہے اور اپنے مقتدر معاصرین سے برابر استفادہ ہی کرتے رہے - ان کی نادر شخصیت میں بعض ایسے کمزور پہلو بھی ہیں جو

ان کے علم وفن اور پیغام کی عظمت سے میل نہیں کھاتے اور جنہیں دور کرنے کا موقع انہیں نہیں ملا(۴)"

ان کے مدراس کے خطبات میں جو انگریزی میں The Reconstruction of Religious Thought in Islam کے نام سے شائع ہو چکے ہیں اور ان کا اردو اور عربی میں ترجمہ بھی ہوا ہے ان میں بہت سے ایسے خیالات و افکار ملتے ہیں جن کی تاویل و توجیہ اور اہل سنت کے اجتماعی عقائد سے مطابقت مشکل ہی سے کی جا سکتی ہے ،یہی احساس استاد محترم مولانا سید سلیمان ندویؒ کا تھا (۵)۔

مولانا ندوی کی اس عبارت سے یہ حقیقت آشکار ہو چکی ہے کہ طیب عثمانی ندوی نے حضرت شیخ کے اتباع میں انہی خیالات کو دہرا کر یہ تصور کر لیا کہ وہ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں - یہاں ہم حضرت شیخ کے ارشادات ہی کا تھوڑا سا تجزیہ کرتے چلیں تاکہ ان کے مفروضات کا معیار واضح ہو جائے - خط کشیدہ جملوں کا بالترتیب جواب ملاحظہ ہو :

۱ - غالی معتقدین تو مولانا ابوالحسن علی کے بھی پائے جاتے ہیں ، اگر علامہ اقبال کے بھی ہوں تو اس کا مکلّف انہیں کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے ؟ --- اقبال کا کوئی معتقد انہیں معصوم قرار نہیں دیتا - اہل سنت کے نزدیک سوائے انبیا کے ، امت کا کوئی شخص اور کوئی طبقہ معصوم نہیں ہوتا - علامہ اقبال کی شخصیت کا تقدس اور ان کی پیشوائی و قیادت کے متعلق مسلمانوں کے احساسات ان کے فضائل و شمائل ، خدمات دین و امت سے وابستہ مسئلہ، ہماری جدید تاریخ کا مسئلہ ہے ، یہ کوئی اعتقادی نوعیت کا مسئلہ نہیں-

۲ - حکیم سنائی ، عطار و عارف رومی کے ظاہر و باطن میں اگر یک رنگی پائی جاتی تھی تو علامہ اقبال کے ظاہر و باطن اور گفتار و کردار میں مولانا ابوالحسن علی کو کونسا تضاد دکھائی دیا ؟ جس کی نشاندہی کے بغیر حضرت علامہ کی شخصیت پر شک ظاہر کیا گیا ہے - علامہ کی ذات گرامی عوام وخواص کے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح تھی - ان کے افکار ونظریات ڈھکے چھپے نہیں تھے اور نہ ان کے بنیادی اعتقادات میں کوئی سقم پایا جاتا تھا - مولانا کے لب و لہجہ سے ایسا احساس ہوتا ہے کہ وہ حضرات صوفیہ کے سب سے بڑے قدر شناس ہیں حالانکہ علامہ اپنی امتیازی و انفرادی خصوصیات کے باوجود صوفیہ کے ساتھ حد درجہ عقیدت رکھتے تھے ، اگرچہ وہ خانقاہی نظام کے موجودہ سلبی تخیل پر تنقیدی ضرب بھی لگاتے رہے ہیں -

۳ - حضرت علامہ نے کب اور کہاں دعویٰ کیا ہے کہ اسلام کو ان سے بہتر کسی نے نہیں سمجھا - دنیائے علم وفکر کے بحر بے کراں ہونے کے باوجود انہوں نے ہمیشہ عجز و انکسار سے کام

لیا ہے ، اور اگر ان کی شخصیت سے متاثر نوجوانان امت نے جوشِ عقیدت کا جو کبھی بڑھ چڑھ کر اظہار کیا ہو، تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟

۴ - حضرت علامہ اقبال کے متعلق مولانا ابوالحسن علی کا یہ ریمارکس ملاحظہ کیا جائیں کہ ''میں اپنی زندگی کے ہر دور میں اس کا قائل رہا کہ وہ (اقبال) اسلامیات کے مخلص طالب علم رہے''- افسوس یہ ہے کہ یہ جملہ ایک پختہ کار مصنف کے قلم سے نکلا ہے اور یہ ایک ایسی عظیم ہستی کے متعلق لکھا ہے جو علم و ادب ،فکر و فلسفہ میں ایک عہد پر چھائی ہوئی ہے - اس قسم کی طرز نگارش خود اپنے متعلق تو بھلی معلوم ہوتی ہے اور لکھنے والے کے بارے میں اچھی رائے بنتی ہے- اور آگے مولانا نے لکھا ہے'' (وہ) اپنے مقتدر معاصرین سے برابر استفادہ ہی کرتے رہے''- یہاں'' استفادہ'' کے بجائے'' مشورہ'' کرتے رہے لکھنا چاہیے تھا - وہ جن مقتدر معاصرین سے مشورہ کیا کرتے تھے، ان میں سے کوئی بھی ان سے زیادہ مقتدر نہ تھا - حضرت علامہ کی سیرت کا یہ ایک امتیازی وصف ہے کہ وہ اپنے سے چھوٹوں کو بھی برابری کا مقام دیا کرتے تھے - اور علمی تحقیق وجستجو میں ایک دوسرے کے ساتھ مشاورت کرنا ایک احسن طریق کار ہے اور مستحق ستائش بھی -

۵ - علامہ اقبال ہی پر کیا موقوف ہے ، دنیا کی کونسی ایسی شخصیت ہے جس میں کمزوریاں نہیں پائی جاتیں، لیکن اس طرح کی مجمل گفتگو اور تشکیک زدہ اشاریت سے کسی اعلیٰ اخلاقی مقصد کا حصول ممکن نہیں ہے ، اس سے صرف کسی شخصیت کو داغدار بنانے کی مہم شروع کی جا سکتی ہے اور یہ طریقۂ کار کسی ''صفائے باطن'' کے دعویدار کو زیب نہیں دیتا - بات صاف لفظوں میں ، اور متعین معاملات پر ہونی چاہیے تاکہ دنیا اس کو قبول کرے یا رد کر دے - اگر علامہ اقبال پر لکھتے ہوئے، ان کے پیغام کی عظمت اور سیرت کے درمیان فرق پیدا کر دیا جائے تو اس سے دشمنان دین وملت خوب فائدہ اٹھاسکیں گے کہ کسی قوم وملت کو گرانے کے لیے اس کے اکابرین کو پہلے نشانہ بنایا جاتا ہے-

۶ - علامہ کے خطبات مدارس کا اردو ترجمہ سب سے پہلے ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کے نام سے پروفیسر نذیر نیازی نے کیا تھا ، اور اب کئی اور ترجمے ہو چکے ہیں - ان خطبات پر جدید و قدیم علماء کی طرف سے ہمیشہ بحث وگفتگو ہوتی رہی ہے ، اور یہ کتاب نہایت گہرے فلسفیانہ مباحث پر مشتمل ہے اور اس کی عبارت بھی دقیق ہے اور اس میں اسلام اور عالمی افکار پر اس قدر مواد بھر دیا گیا ہے کہ یہ بالکلیہ CONDENSED ہو کر رہ گئی ہے ، اور اسی بنا پر اس کے ایک ایک مضمون کو سمجھنے کے لیے کئی کئی ماہ درکار ہیں - علاوہ ازیں اس کی تفہیم کے لیے

فلسفے کے چند بنیادی نظریات پر دسترس حاصل کرنی بھی ضروری ہے - جہاں تک علماء و دانشوروں کے درمیان اختلاف کا مسئلہ ہے ، ابن عربی ، غزالی اور ابن تیمیہؒ جیسے بزرگوں کے درمیان بھی اختلافات پائے جاتے ہیں ، لیکن ان اختلافات علمی کی بناء پر ان میں سے کسی کا مرتبہ کم نہیں ہو جاتا - امت میں ان سب کا وقار برقرار رہا ہے -

مولانا ابوالحسن علی کا فرض تھا کہ اپنی دسترس کی حد تک فکر اسلام کو درپیش مسائل میں علامہ اقبال کے حوالہ سے ایک مستقل کتاب لکھ جاتے - اس میں اقبال سے کہیں چوک ہو گئی ہوتو اس کو بھی علمی انداز میں اس طرح پیش کیا جاتا کہ کوئی دُر نایاب ہاتھ آ تا - ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا نے اپنی ایک کتاب عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح کے پیش لفظ میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں کو علامہ کی کتاب تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے طرز کی کتاب قرار دیا ہے ، اور اقبال و مودودی ، دونوں کے طریقۂ کار و منہج علمی پر بیک وقت ضرب لگائی ہے -

۷- مولانا نے اپنی حمایت میں آخری بات یہ لکھی ہے کہ '' یہی احساس استادمحترم مولانا سید سلیمان ندویؒ کا تھا'' ، لیکن اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے - نقوش اقبال پر پروفیسر رشید احمد صدیقی جیسے بڑے ادیب و دانشور کا مقدمہ بھی شامل اشاعت ہے - رشید صدیقی صاحب نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ '' میرا خیال ہے سید صاحب کو میرے اس خیال سے کہ اقبال کا کلام اس صدی کا علم کلام ہے ، اختلاف نہ ہوگا'' - قارئین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ مصنف کتاب کی متذکرہ آراء کی موجودگی میں رشید احمد صدیقی کی نیک توقعات کی کیا معنویت رہ جاتی ہے؟

ابھی تو ہم دو ندوی صاحبان علم وتحقیق کا ذکر کر رہے تھے ، اب ایک اصلاحی بزرگ کے خیالات بھی حضرت اقبال کے متعلق ملاحظہ کیجئے ، فرماتے ہیں کہ

> '' ہم ڈاکٹر اقبال مرحوم کو ایک شاعر اور فلسفی سے زیادہ حیثیت دینے کو شرعی جرم سمجھتے ہیں، کیونکہ ہم نے ان کے کلام کو بغور پڑھا ہے - اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ مرحوم کے جہاں سینکڑوں اور ہزاروں اشعار مفید ہیں ، وہاں ان کے کتنے ہی اشعار ایسے ہیں جن میں کھلے بندوں اسلام اور اسلامی فلسفے پر ان کی زد پڑتی ہے'' -

علامہ اقبال کے متعلق اس جائزے سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان کے علم وفکر کو تنقید سے بالاتر سمجھا جائے - علم وتحقیق کی دنیا تنقید کے بغیر وسعت نہیں پا سکتی بشرطیکہ نقد و احتساب کا یہ عمل علمی اصولوں اور فکری نظریات کی اساس پر ہو - تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ پر ابھی تک کتنی ہی تنقیدیں کی گئیں ، لیکن فکر اسلامی پر گزشتہ پوری صدی میں اس سے بہتر کتاب پوری

مسلم دنیا کی طرف سے پیش نہ کی جا سکی - جس شخصیت نے اپنی پیغمبرانہ شاعری ، مدبرانہ سیاسی بصیرت اور اسلام کی DYNAMIC فکر کے ذریعے مسلمانوں کی بزم سکوت کو جدید تاریخ کی سب سے بڑی رزم گاہ بنا ڈالا اور دنیا سے نظام باطل کو مٹا کر اسلام کا انقلاب بپا کرنے کی دعوت اپنے یقین کامل و پختہ کردار کے ساتھ دی ہو ، اس کو مشکوک بنانے کی ہر سعی ، سعی نا مسعود ہو کر رہے گی -

ہم نے چند مکتبی قلم کاروں کی روش خام سے دل برداشتہ ہو کر مدرسہ و خانقاہ کی خاک چھاننے کی کوشش شروع کی تو بفضلہٖ اس میں مولانا سید سلیمان ندوی ایسا قدر دان اقبال ملا جس کے خیالات و احساسات میں امید کی شعاع دکھائی دی - مولانا ، علامہ شبلی ایسے مرد آزاد کے خاص فیض یافتگان میں سے تھے ، تبھی وہ اپنے بزرگ اور عالی مرتبت دوست علامہ اقبال کی وفات پر ایسا خراج عقیدت پیش کر سکے جس کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ جذبات و واردات قلبی کی برسات ہو رہی ہے - صرف چند جملے ملاحظہ ہوں :

> '' اقبال کی تصنیفات زمانے میں یاد رہیں گی --- ان کی شرحیں لکھی جائیں گی ، نظریے ان سے بنیں گے ، ان کا فلسفہ تیار ہو گا - اس کی دلیلیں ڈھونڈی جائیں گی ، قرآن پاک کی آیتوں ، احادیث شریفہ کے جملوں ، مولانا ، حافظ و حکیم سنائی کے تاثرات سے ان کا مقابلہ ہو گا -
>
> اقبال صرف شاعر نہ تھا ، وہ حکیم تھا ، وہ حکیم نہیں جو ارسطو کی گاڑی کا قلی ہو یا یورپ کے نئے فلاسفروں کے خوشہ چیں بلکہ وہ حکیم جو اسرار کلام الٰہی کے محرم اور رموز شریعت کے آشنا تھے -
>
> اقبال - ہندوستان کا فخر اقبال ، اسلامی دنیا کا ہیرو اقبال ، فضل و کمال کا پیکر ، اقبال ، حکمت و معرفت کا دانا اقبال ، کاروان ملت کا رہنما اقبال '' -

حواشی

۱ - یہ کتاب مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے -

۲ - مولانا نجم الدین اصلاحی - ماخوذ از فکر اسلامی کی تشکیل جدید مرتبہ سید حسین محمد جعفری - دہلی ایڈیشن ص ۸۱ یہی احساس استادمحترم مولانا سید سلیمان ندویؒ کا تھا

۳ - ماخوذ از نقوش اقبال ساتواں ایڈیشن صفحات ۴۰ - ۴۱

۴ - ماتم اقبال - معارف ۱۹۳۸ء - ماخوذ از سلیمان ندوی حیات اور ادبی کارنامے صفحات ۳۲۲ - ۳۲۳، مصنفہ ڈاکٹر سید محمد ہاشم - شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ -

۵ - ماخوذ از نقوش اقبال ساتواں ایڈیشن صفحات ۴۰ - ۴۱